



صدائے عارف

مُصَنَّفٌ

حضرت مولانا ابوالوفا عارف شاہ بھمانپوری

مُترَبِّہ

ساجد صدیقی لکھنوی۔ وائی آسی

یکے از مطبوعات مکتبہ دین و ادب چا احاطہ لکھنؤ

پہلی بار ایک ہزار

قیمت ۲۰

پیسے ۱/۱



انتساب

2003

3

5

71 44

حضرت کعب بن زہیر کے نام

Acc. No. 66960

Date: 27-11-68

ایک لوف و عارف نے مجھ کو

ST 01

17

پیش لفظ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

عالم باعمل الحاج حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب عارف شاہجہانپوری دامت برکاتہم
کی ذات گرامی ہندوستان اور پاکستان والوں کیلئے محتاج تعارف نہیں اور نہ میرا یہ
مقصد ہے کہ میں ان کا تعارف کراؤں ہاں یہ کہتے ہیں مجھے کوئی باک نہیں کہ جس طرح
بیان شیر میں حضرت مولانا کو یہ طوطی حاصل ہے اسی طرح ان کی ان چند منتخب نظموں
میں بھی آپ کو تمام تر شعری کیفیات و تاثرات ملیں گے، ان نعتوں میں رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر طیبہ، ان کا پیغام امن و آشتی اخوت و مساوات، بلند
حوصلگی، کس نفسی، فراخ دلی اور عالی ظرفی بھی ملے گا، حقیقی عشق و محبت کے جلوے بھی
نظر آئیں گے پر نور ماضی بھی ملے گا تاہناک مستقبل بھی ملے گا اور ساتھ ہی ساتھ ان نعتوں
میں نغمگی اور ترنم بھی ملے گا، انداز بیان کا والہانہ پن بھی ملے گا مترنم بحر بھی ملیں
گی اور شگفتگی و تازگی بھی ملے گی۔

اس سے زیادہ کچھ کہنے کی میں اپنے میں جرات نہیں پاتا ہوں اور نہ اس کی
ضرورت ہی محسوس کرتا ہوں، ہاں قارئین کرام، بزرگوں اور دوستوں سے اس بات کی
خواہش کا اظہار کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھتا کہ دعاؤں میں مجھ احقر کو نظر انداز نہ فرمائیں
کیونکہ اور بزرگوں اور دوستوں کی خواہش کے پیش و نظر میں یہ مجرعة ترتیب دیا ہے۔

محتاج دعا ساجد لفظی لکھنؤ

سِرَاجًا مُنِيرًا

گل و لالہ و سبزہ زاروں میں چمکے عرب کی عجم کی بہاروں میں چمکے
یہ کیا کہئے وہ کن دیاروں میں چمکے زمیں ہی نہیں چاند تاروں میں چمکے
خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے
رب پاک سورج سے تابندہ تر ہے نشانِ کعبہ پا بھی رشکِ قرہ ہے
زمیں پر کبھی جلوہ وہ عرش پر ہے وہاں نور کے پاک صاروں میں چمکے
خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے
وہ جس کی زبان پر خدا خود ہی بولے جلالت کو کیا اس کی انسان تو نے
زباں جب وہ حمدِ الہی میں کھولے تو سیرِ حقیقتِ نظاروں میں چمکے
خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے
انہیں کون سمجھا ہے جبریلؑ یا ہم دو عالم سے بالا خدا ہی سے بس کم
وہ امی ہیں کونین میں سب سے علم خدا کے بتائے اشاروں میں چمکے
خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے
وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

سبھی انبیاء تھے انھیں کے پیامی وہ ختم نبوت کے بدرتنامی
سراخا منیرا ہے شان گرامی سماءے رسالت کے تاروں میں چمکے

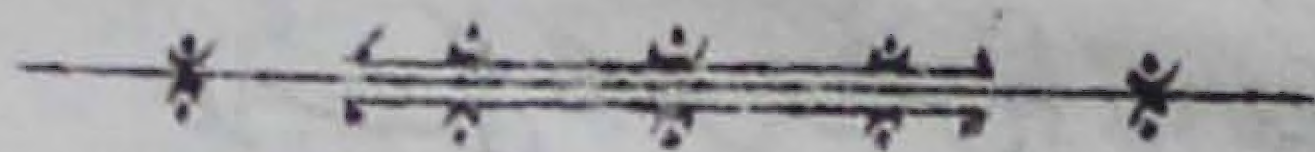
خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے

وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

وہاں لب کشا کیا ہو عارف کا عرفان جہاں سر خمیدہ ہیں صدیق و سدا
کمالات ان کے لب و عزت و شان کلام الہی کے پاروں میں چمکے

خدائی کے کل شاہکاروں میں چمکے

وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے



دَ ا م ا نِ ر ح م ت

اٹھالیں دوش پر کملی تو رحمت کی گھٹا چھائے
 تبسم ریزیوں پر ان کی قدرت نور بسائے
 نقاب رخ جو سر کاویں بہاروں پہ بار آئے
 الجھ جائیں جو گیسو تو زمانہ بھی الجھ جائے
 نگاہ لطف فرما دیں تو یہ دنیا بدل جائے
 گلستاں کا ہر اک کا نٹا گل تر بنے کھل جائے
 ندامت کی نگاہیں حشر میں اٹھا اٹھ کے کہتی ہیں
 وہ آئے شافع محشر شفاعت کے لئے آئے
 ترانہ نعت کا گانے لگیں گے سازِ دل پسب
 سرِ محشر جو آئیں گے لواؤ حمد لہر اسے
 محبت اتباع سنت خیر الوریٰ ہی ہے
 ہوس رالوں کو یا رب یہ حقیقت کون سمجھائے
 تمتنا ہے سرِ محشر وہ عارف اتنا فرما دیں
 یہ میرا ہے مرے ہی دامنِ رحمت میں چھپ جائے

آج بھی

ہے فضا طیبہ کی کتنی روح پرور آج بھی
 سرزمین طیبہ ہے گلشن سے خوشتر آج بھی
 ہیں جہاں پر مہرباں ساتی محشر آج بھی
 چلتی ہے بادِ صبا مدہوش سیستانہ وار
 ان کے پاؤں ناز سے ہے زینت عرشیں
 وادی سینا کی مشعل مدتوں کے خاموش
 گنبدِ خضرِ تعالیٰ اللہ تیری رفعتیں
 لغت ہی کا ہے ترانہ پی کہاں کے سوز میں
 لے رہا ہے چاندانکے رخ سے اپنی روشنی
 کر رہا ہے آسماں تارے بچاؤر آج بھی

اُس وراقِ قدس پہ عارف جھکنے لگتی ہے حبس
 بخود می شوق میں اکثر بہک کر آج بھی

مرضی مصطفیٰ

جسے رعیتیں بھی نہ پاسکیں وہ نبی کی رفعتِ تام ہے
جو زوال سے نہیں آشنا وہ انھیں کا بدرِ تمام ہے
جو ہے رمزِ رازِ حیات کا جو ہے نغمہ سازِ حیات کا
وہ نبی حق پہ درود ہے وہ حبیب حق پہ سلام ہے
ہے قیامِ حکم وہ دیں مگر ہے قعودان کی جو ہو رصنا
بجز ان کی مرضی پاک کے نہ قعود ہے نہ قیام ہے
بخدا ہے مرضی مصطفیٰ جسے حق کہے ہے مری رصنا
جسے وحی حق کہے خود خدا وہ انھیں کا پاک کلام ہے
وہ حبیبِ خالق دو جہاں وہی کہنے محفلِ کن فکاک
وہ نبی حق وہ رسول ہے وہی انبیاء کا امام ہے
جو نگاہِ لطفت و کرم اٹھے تو خزاں بھی موسمِ گل بنی
جو نظرِ پیر سے تو یہ فصلِ گل بھی خزاں کا ایک پیام ہے
بخدا خدا تو نہیں ہیں وہ مگر اتنے حق سے قریب ہیں وہ
جہاں وہم بھی نہ پہونچ سکے وہ بلند ان کا مقام ہے
کہیں حشر میں شرِ انبیاء کہہ کر ہے عارفِ روسیہ
اسے لا ودا من عفو میں وہ ازل سے میرا غلام ہے

مشعلِ راہ ہدی

شاہکارِ دستِ قدرت ہے جمالِ مصطفیٰ
چشمِ گردوں نے نہیں دیکھی مثالِ مصطفیٰ
اے تعالیٰ اللہ یہ جاہ و جلالِ مصطفیٰ
عرشِ اعظم بھی ہے فرشِ پاکیاںِ مصطفیٰ
مشعلِ راہ ہدی اصحابِ و آلِ مصطفیٰ
وہ ہیں بدرِ مصطفیٰ یہ ہیں ہلالِ مصطفیٰ
اے تعالیٰ اللہ شبِ اسرائیلی کی وہ تابانیاں
قلبِ شب میں جلوہ گر بدرِ کمالِ مصطفیٰ
جس کے جوہرِ لطافت سے ہیں دونوں عالمِ فیضیاب
وہ صحابِ نور ہے اہلِ نوازلِ مصطفیٰ
مرصیٰ پاکِ نبی ہے مرصیٰ ربِّ العلا
وہی حق ہے بالیقین ہر قیل و قالِ مصطفیٰ
دل کا گوشہ گوشہ عارف بن گیا صد شکِ طور
بجلیاں بھرتا گیا دل میں خیالِ مصطفیٰ

نورِ کبریٰ

مسجد حرام منجستہ ۱۱ اپریل ۱۹۶۲ء ۷۱ ارذیقہ ۱۳۸۲ھ

یہ بندہ اور حریم کبریا ہے
 یہاں بارانِ نورِ کبریا ہے
 حجرِ اسود ہو یارِ کنِ میثانی
 حطیمِ پاک کے جلوے نرالی
 خدا شاہد یہ ہے میخانہٴ نور
 کوئی گریاں لپٹ کر ملتزم سے
 جسے کہتے ہیں سب میزابِ رحمت
 خلیلِ حق کا نقشِ پا ہے جس جا
 زبانینِ نغمہٴ لبیل سے تر
 کفنِ بردوشِ حجاجِ گرامی
 ترا در ہے گنہہ بردوشِ عارف
 توی رحمت کا مونی آسرا ہے

مرے مونی یہ تیری ہی عطا ہے
 غلافِ کعبہ رحمت کی گھٹا ہے
 کسی کے حسن کی یہ بھی ادا ہے
 جہاں بے پردہ رحمت کی ادا ہے
 مئے زمزم ہے ساقی خود خدا ہے
 کوئی چوکھٹ پکڑ کر رو رہا ہے
 سکونِ دل ہے دارِ روئے شفا ہے
 مصلیٰ وہ بحکمِ کبریا ہے
 دلوں میں جلوہٴ وحدت بسا ہے
 غرو گم ہے جنوں خود کہ سنا ہے
 ترا در ہے گنہہ بردوشِ عارف
 توی رحمت کا مونی آسرا ہے

صبحِ طیبہ

وہ کعبہ سے گھٹا اٹھی مدینے میں بہار آئی
 بہار آئی مچلتی جھومتی مستانہ وارا آئی
 شبِ مہتاب میں دلکش وہ منظر بزمِ گنبد کا
 وہ دلکش صبحِ طیبہ ورقبا کا وہ ہیں منظر
 وہیں تسکین خاطر کو شفاعت انکی آپہنچی
 تپش سے صبحِ محشر کی شفاعت کہہ ہی ہوگی
 جہاں میں اس انوکھی شان سے اب کریم بوسا
 مسلمان نے جو چھوڑا نفقش پائے زندگی انکا
 صحابہؓ نے بہا کر خون ایسی آبپاری کی
 کہاں تھی شکلِ عارف پریشِ عصیاں سے بچنے کی
 سرِ محشر ہمارے کام مدح چار یا ر آئی
 اتر کر آسماں سے رحمت پروردگار آئی
 مبارک فصلِ گل با و صبا گھر گھر بکار آئی
 حریمِ قدس سے جیسے عروسِ نو بہار آئی
 کہ جنتِ جہوم کو جیسے قطار اندر قطار آئی
 کبھی دہلیں جو فکر پر سسش روز شمار آئی
 وہ دیکھو سایہ افکن رحمت پروردگار آئی
 خزاں کا ذکر ہی کیا ہے بہاروں پر بہار آئی
 بدلنے رنگِ فطرت گردشِ لیل و نہار آئی
 کہ جس سے گلشنِ ملت میں لافانی بہار آئی

محبوب یزداں

کس کی ذات پاک نے جگ میں چراغاں کر دیا
 ایسے نقشِ پامبارک ایسے قدموں کے نثار
 آنکھ انگاروں پہ ڈالی غیرتِ گلشن بنے
 چاندنی کو دیکھتے ہیں چاند کو بھی دیکھتے
 روئے انور جو کہ ہے آئینہ حسنِ ازل
 حق نے جس سانچے میں مہال تھا جمالِ لائوال
 رحمتِ عالم بے لبثی مشکم کے راز کو
 بحرِ رحمت میں ملا کر اشکِ طوفانِ آفریں
 ذروں کو خورشید تاروں کو درخشاں کر دیا
 خارزاروں کو جنھوں نے گل بہا ماں کر دیا
 پھیر کر نظریں چمن کو آتش افشاں کر دیا
 کیوں تجلی کو نقابِ روئے تاباں کر دیا
 حسن وہ جس نے انھیں محبوب یزداں کر دیا
 توڑ کر اس کو انھیں بیکتا ئے دوراں کر دیا
 ایکم مثلی کے آئینے میں عریاں کر دیا
 حشر میں بخشائش امت کا ساماں کر دیا

عارفِ گمنام کی محفل میں کچھ پرسمش نہ تھی

اس کے صدقے جس کی نسبت نے نمایاں کر دیا

روپیہ

گھٹائیں رحمتوں کی چھا گئیں لطف کرم بر سے
یہ عالم ہے کہ خارِ طیبہ خوش تر ہیں گل تر سے
یہ کس نے سازِ دل پر نغمہ نعت نبی چھیڑا
صدائیں مرجبا کی آرہی ہیں ہفت کشور سے
زمین پاکِ مرقد کی بلند می اسے تعالٰی اللہ
کہ جس کی رفعتوں کے واسطے عرش بریں تر سے
خوشا صدق و جلال و حلم و تقویٰ شاہِ والا کا
کوئی پوچھے ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سے
یہ ناممکن ہے مرجبائی ہوئی کلیاں نہ کھل جائیں
گھٹا رحمت کی دیکھو وہ اٹھی الشد کے گھر سے
ہلال و بدر میں آئی کہاں سے اتنی تابانی
کلس سے کچھ اڑائی ہے تو کچھ روئے پیمبر سے
غسالہ سیدِ کونین کا میسر می نگا ہوں میں
ہزاروں درجہ بہتر قطرۂ تنیم کوثر سے
یہ کس نے زندگی کا صور پھونکا کوہِ فاراں پر
زمین گیا آسماں تک گونج اٹھا الشد اکبر سے
وہ کیونکر قصرِ جنت کی طرف ہو ملتفت عارف
جگہ مرقد کی طیبہ میں ملے جس کو مقدر سے

زمیں طیبہ کے ذرات سارے جگمگاتے ہیں
 شب تار یک میں جس طرح تارے جگمگاتے ہیں
 تعالٰی اللہ تیرمی عظمتیں اسے گنبدِ خضرا
 ترے دامن میں ایمان کے شرارے جگمگاتے ہیں
 شب تار یک میں مینارِ مسجد کی صیبا باری
 زمیں پر عرشِ اعظم کے منارے جگمگاتے ہیں
 ملی ہے روشنی سورج کو ان کے روئے روشن سے
 انھیں کی خاکِ پائے چاند تارے جگمگاتے ہیں
 زمیں تو پھر زمیں ہے آسماں کے چاند کو دیکھو
 ابھی تک اس میں نگہ کے اشارے جگمگاتے ہیں
 نبی پاک و راصحابؓ کی محفل کا کیا کہنا
 کہ جیسے چاند ہے اور گرد تارے جگمگاتے ہیں
 غلامِ سرورِ عالم کی یہ ادنیٰ کرامت ہے
 کہ طوفانِ حوادث میں کنارے جگمگاتے ہیں
 خیالوں کی بلندی ہے کہ معراجِ تصور ہے
 نگاہوں میں مدینے کے نظارے جگمگاتے ہیں
 یہ مانار و سیہ عارت ہے پھر بھی دیکھ لے دنیا
 کہ کیسے اس کی قسمت کے ستارے جگمگاتے ہیں

غلامِ سرورِ عالم

شمع رسالت

فاراں کی بلندی پر روشن جب شمع رسالت ہوتی ہے
خورشید سے بڑھ کر تابانی ذروں کو عنایت ہوتی ہے
جب ان کی نگاہِ لطف و کرم مائل بہ عنایت ہوتی ہے
گھمائے جناں سے افزوں تر کانٹوں میں لٹا ہوتی ہے
یہ ان کا کرم ہے ورنہ یہاں جبریلؑ کے بھی پر جلتے ہیں
مضمون میں لغت سرور کے کچھ ایسی نراکت ہوتی ہے
لائی ہے صبا پیغامِ طلب جاننا ہے مگر ہے جائے ادب
لرزاں ہیں قدم دل ہے ترساں رہ رہ کے ندامت ہوتی ہے
جب تک نہ بلائیں وہ خود ہی ہو جائے حضورِ مایا ناممکن
جاتے ہیں وہی جن پران کی اک خاص عنایت ہوتی ہے
بنالہ پر عجم نیم شبی تسکین کا باعث ہے تو مگر
کہتا ہے ادب خاموش رہو اس میں بھی شکایت ہوتی ہے
محشر میں کہیں جبریلؑ امین آخر ہے تو عارف کیوں غمگین
وہ شافعِ محشر آہو نیچے لے تیری شفاعت ہوتی ہے

جوارِ رحمت

(مندرجہ ذیل اشعار مسجد نبوی میں چاندنی رات میں گنبد خضر اکابر نور منظر دیکھ کر کہے گئے)

ذره ذره نگارِ رحمت ہے
 کتنا پیارا دیا رحمت ہے
 ابو رحمت بہارِ رحمت ہے
 ان کا دور جو بہارِ رحمت ہے
 عاصیوں کے لئے خدا شاہد
 سبز گنبد کنارِ رحمت ہے
 دیکھ سکتا ہے کور باطن بھی
 ساتھ ہی جانثارِ رحمت ہے
 جس سے اسلام کو ملی قوت
 کیسا وہ ہمکنارِ رحمت ہے
 عرش والے جسے ترستے ہیں
 فرش پر وہ مسخرِ رحمت ہے
 عارفِ روسیہ کو مقبوت سے
 آج حاصل جوارِ رحمت ہے

شہ لا بطحنا

شہ بطحا شب اسری میں کیا جانے کہاں پہونچے
زمین سے تا فلک پہونچے مکاں سے لامکاں پہونچے
وہاں تک ان کی نعلین مبارک کی رسائی ہے
جہاں جبریل کا ممکن نہیں وہم و گماں پہونچے
فتوحات صحابہ پر زمانہ محو حیات ہے
قدم لینے وہیں فتح میں آئی جہاں پہونچے
اٹھایا رحمتوں نے جھوم کر آغوش میں اس کو
وہ خود جس کی شفاعت کے لئے گریہ کناں پہونچے
زمین پاک طیبہ کی بلندی کوئی کیا جانے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے جہاں تک گماں پہونچے
وہ طیبہ پھر ہے طیبہ اس کے کانٹوں میں رونق ہو
نہ جن کو صبح فصل گل نہ شام گلستاں پہونچے
وہاں کے ذرہ ذرہ میں قیامت کی ہے تابانی
یہ تارے پھر ہیں تارے چاند سورج بھی کہاں پہونچے
حضور ہی ہو تو عارف پوچھ لینا یہ کہ محشر میں
خدا را آپ فرما دیں یہ دیوانہ کہاں پہونچے

ادب گاہ دل روح الامیں



مدینہ کی زمیں کتنی حسین معلوم ہوتی ہو
 تعالیٰ اللہ وہ محرابا بروئے شہ بطحاً
 تجلی طور کی برحق مگر میری نگاہوں میں
 جبین پاک ہے لوح جبین حسن یکتائی
 زمیں خواب گاہ شہ زمیں ہو کر بھی اے ہمد
 ضلے شمع فاراں سے منور ہو جہاں سارا
 بنی پاک اور اصحاب کی تاریخ کیا کہنا
 دمِ نخصت نظر حسرت سے پڑتی ہو جو جانی پر
 خدایا بھجورے دنیا میں پھر فاروقِ عظیم کو
 صحابہ کی محبت نے دکھایا یہ اثر عارف

درخشاں ذرے ذرے کی جبین معلوم ہوتی ہو
 ادب گاہ دل روح الامیں معلوم ہوتی ہو
 تجلی جس کو کہتے ہیں یہیں معلوم ہوتی ہو
 نگاہ لطف کوثر آفریں معلوم ہوتی ہو
 فلک کا ذکر کیا عرش بریں معلوم ہوتی ہو
 سرن دادی سینا کی کہیں معلوم ہوتی ہو
 ہسان سے رفتح مجیں معلوم ہوتی ہو
 خداشاہ نگاہ واپس معلوم ہوتی ہو
 درگوں حالت دین مجیں معلوم ہوتی ہو
 میری مشتاق اب غلہ بریں معلوم ہوتی ہو

بہار میں دیکھتا ہوں قص فرما ہر طرف عارف
 فصاطیبہ کی دلکش و نشین معلوم ہوتی ہے

بے نیاز زندگی

مطر بہ پھر چھڑوے اس طرح سا از زندگی
نغمہ نعتِ بنی بن جائے راز زندگی

زندگی طیبہ کی ہے دراصل ناز زندگی
مرنے والے ہیں ہاں کے سرفراز زندگی

ان کی مرضی پر چلیں مٹ جائیں انکی راہیں
جب حقیقت بن سکے گی یہ مجاز زندگی

سن لیا ان کی شبیہ پاک ہوگی قبر میں
موت سے ہے پیار ہوں میں بے نیاز زندگی

سمت کعبہ رخ رہے دل سب گنبد کی طرف
ختم ہو اس طرح یا رب یہ ناز زندگی

موت آئی ہے تو پھر طیبہ میں آئی چاہئے
وہ نیاز زندگی ہے یہ ہے ناز زندگی

گر یہ پیہم نے رکھ لی لاج عارفِ حشر میں
مر جا صد مر جا سوز و گداز زندگی

فیضِ دوام

جو خدا کے نام کی شاخ ہے وہ رسولِ پاک کا نام ہے

وہ حبیبِ داد و رحمت ہے، وہ شفیعِ در قیام ہے

جسے حق نے بخشی ہے سروری جو رسولوں کا بھی امام ہے

کریں رشک جس پہ ملائکہ وہ انھیں کے در کا غلام ہے

وہ ادائے شانِ پیری وہ کمالِ جلوہ و لبری

کہ خدا کا جن پہ درود ہے کہ خدا کا جن پہ سلام ہے

جو نظر اٹھے تو بہا رہے جو پھرے نظر تو یہ ہے خزاں

وہی جانِ عالم کون کی وہی ابرِ رحمتِ عام ہے

وہ ہے کون عالم کون میں نہیں جس پر ان کا کرم رہا

یہ جہان کیا وہ جہان کیا یہ انھیں کا فیضِ دوام ہے

بخدا خدا تو نہیں ہیں وہ مگر ان پہ حق کا وہ پیار ہے

جہاں وہم بھی نہ پہنچ سکے وہ بلند ان کا مقام ہے

نہ کرم کریں شہِ دوسرا لکھے نعت کوئی مجال کیا

یہ عطاءئے نعت حضور ہے کہ یہ رشک رشکِ انام ہے

دیارِ رسول

(بوقت روانگی درمیان مکہ و مدینہ پاک ۲۱ شوال ۱۳۸۲ھ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء)

چلا جو قافلہ اپنا سوئے دیارِ رسولؐ
 خوش نصیب جنہیں مل گیا جو ارِ رسولؐ
 یہاں کے خار و خشک بھی مجھے گل تر ہیں
 یہ سنگ ریزے بیٹی یہ ریت کے تودے
 کہو فرشتوں سے دیکھیں مرے مقدر کو
 مجھے نہ رو کے گارِ ضوانِ خولِ جنت سے
 رہیں باد و صہبامرا خمار نہیں
 یہ کوہ و دشت یہ پودے ہرے بولوں کے

نظر میں اپنی سما نے لگا جو ارِ رسولؐ
 خدا کا دامنِ الطاف ہے دیارِ رسولؐ
 جھلکتی ہی ہے ہر اک خار میں بہارِ رسولؐ
 کبھی دسار بنے ہیں کبھی شعارِ رسولؐ
 کہ میں ہوں راہِ مدینہ ہو اور غبارِ رسولؐ
 جو میرے چہرے پہ ہو غازہ غبارِ رسولؐ
 مرا خمارِ حقیقت میں ہے خمارِ رسولؐ
 مری نظر میں ہیں سب شاہد و قارِ رسولؐ

ترے جیب کا عارف ہو رو سیاہ ذلیل
 اسے بھی بہرِ کرم، رحمتِ جو ارِ رسولؐ

عرش کے بھی افضلے

(مسجد حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، دو شنبہ ۲۸ شوال ۱۴۳۲ھ ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء)

ترے فضل ہی سے پہنچا، یہ ذلیل یہ کمیت
یہ تراکرم ہے مولیٰ، کہاں میں کہاں بدینہ

یہیں زندگی گزاروں یہیں موت جھکو آئے
ہاں مر کے خاک ہوتا ہی اہل میں ہے جینا

تری خاک پاک مرقد، جو ہے عرش سو بھی فضل
یہی رحمتوں کا مرکز، یہی زلیست کا خزینہ

مرے نا خدا خدا را ذرا لطف کی نظر ہو
کہ کھنور میں آ پھنسا ہو تری قوم کا سفینہ

ترا مرقد مبارک، ترا سبز سبز گنبد
یہ خدا کی خاص رحمت، یہ خدا کی کا زینہ

یہ مدینہ مبارک، یہ دیارِ فخرِ عالم
جو ہے کائنات خاتم، تو ہے اس کا یہ نگینہ

ذرا دیکھئے مقدر کہ حرم ہے اور عادت
کہے نوت وہ کہ جس کو نہیں کہنے کا قرینہ

رحمت کو نیکی

ذرہ ذرہ کوئے طیبہ ہوتا ہاں آج بھی
رحمت کو نین میں محبوبے جاں آج بھی
وادی سینا کی مشعل مدتوں سے بے خموش
گل بدماں موسم گل ہو تو اسمیں کیا کمال
آج جب ملتی نہیں دنیا میں بیکس کو پناہ
سارے عالم پر گھٹائیں غم کی ہیں چھائی ہوئی
اے مکین گنبد خضر اے خدا را اک نقطہ
خاک پاک لحد اقدس عرش عظم سے بلند
وہ نگاہیں پھر لیں آجائے دم بھر میں رخاں
ان کی ہر موج تبسم اب بھی ہے جان چین
جوشِ فضلِ گل میں ہیں دشتِ حسن سب لہ زار
نام پر مزدور و مفلس کے حکومت بن گئی
آج دنیا میں سکوٹ ہڈی نہیں ملتا ہے
تنگ ظرفوں کی حکومت جو دنیا تنگ ہے
کاش عارف کوئی دنیا کو نہ پہنچائے پیام

حق سے ٹکر لیکے باطل اب بھی مٹ ہی جائیگا

ہے خدا مسلم کا عارف خود نگہاں آج بھی

عالم امکاں میں ہوتی ہے چراغاں آج بھی
جو ہوئے انکے وہ ہیں مطلوب یزداں آج بھی
ہو ضیا بخش دو عالم ہر فاراں آج بھی
ہو خزاں طیبہ کی صدر شک ہیاں آج بھی
ہو پناہ بیکساں حضرت کا داماں آج بھی
گنبد خضر میں ہے تسکین کا ساماں آج بھی
کفر ہے شانِ خدا ایماں پندراں آج بھی
وادی طیبہ ہے صد جنت بدماں آج بھی
ان کی چشمِ لطف ہو جان بہاراں آج بھی
گل کھلاتا ہو انھیں کاروئے خنداں آج بھی
میرا گلشنِ رحمت عالم ہے ویراں آج بھی
مفلس و مزدور ہو لیکن پریشاں آج بھی
ایک آن کے در پہ ہو تسکین کا ساماں آج بھی
زندہ ہے دستورِ لطافت فراواں آج بھی
گنبد خضر ہے ماوے غریباں آج بھی

ذہبت نبی

زمین پاک طیبہ کیا بھلی معلوم ہوتی ہے

کہ ہر ذرے میں روح زندگی معلوم ہوتی ہے
ترانہ نعت کا پھر چھپڑ دے رنگیں لڑا مطرب

محبت کی تڑپ دل میں دہنی معلوم ہوتی ہے
ٹہر جا اے نگاہ شوق گستاخی نہ ہو جائے

نظر کے سامنے ان کی گلی معلوم ہوتی ہے
قدوم پاک نے بخشا تھا کب فخر قدیموسی

سرفاراں ابھی تاک روشنی معلوم ہوتی ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ پا چکے فیض بالوسی

بونہی آتش سرزمین دلکشی معلوم ہوتی ہے
بنا تھا خواب گاہ نازک کھرا م ہائی کا

مگر آئین میں اب تاک چاندنی معلوم ہوتی ہے
صحابہ کا بھی ذکر پاک ہو جب نعت سرور میں

تو کامل لذت نعت نبی معلوم ہوتی ہے
ٹڑا ہے جب سے عارف سبز گنبد کا میں پر تو

گیاہ خشک طیبہ بھی ہری معلوم ہوتی ہے

بارگاہ نور

سازِ دل پر نغمہ نعت پیسے گائے جا
عشق کے آتشکدے کو اور بھی گرائے جا

تجھ کو گزرائی ہے ڈالی بارگاہ نور میں
لوگوں کے ماسفتہ چشمِ خوشچکان برسائے جا

ہجر کی تاریک راتیں اس پہ غم کی گھٹا
اپنی کرنوں سے اسے ماہِ میں چمکائے جا

جایِ نوالے جا چلے طیبہ کو ہم دیکھا کئے
اے خوشاذوقِ طلبِ پائے تڑپائے جا

دلے ناکامی اُلجھ کر رہ گئے تارِ حیات
سبز گنبد کے یکن سلجھائے جا سلجھائے جا

تیرا دل اور ان کا غم یہ بھی تو ہوا نکاکرم
ہو مبارک تجھ کو عارفِ شوق سے غم کھائے جا

شانِ حضرت صدیق اکبرؓ

مندرجہ ذیل نظم آل انڈیا مدرج صحابہ مشاعرہ منعقدہ لکھنؤ ۱۹۲۵ء میں امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں پڑھی گئی۔



جب حراسے وہ حبیبؐ کا رانے لگا	سے پہلے کس کو ان پر اعتبار آنے لگا
لب پہ جب کرو فائے یار غار آنے لگا	خلق کیا خالق کو بھی ان پر سارا آنے لگا
دو شہ پر بار نبوت لیکے نکلے جس گھڑی	جانی کا بہت کچھ اعتبار آنے لگا
اللہ اللہ عظمت صدیقؓ کیا کہنا ترا	کس کے لب پر خیر امت بار بار آنے لگا
کون بن سکتا ہے ہمہ حضرت صدیقؓ کا	مدرج میں جن کی کلام کر دگا رانے لگا
نام نامی لے کے ان کا جانچ لو ایمان کو	کس کا دل روشن ہوا کس پر غبار آنے لگا
اے امام اہلسنت رحمتیں تجھ پر نثار	تیرے دم سے لب ذکر چارہ پار آنے لگا

ساتی سنت کی ملے آگیں لگا ہونے طفیل

روح عارف میں بھی کچھ کچھ اب خمار آنے لگا

قسطِ ثانی



یہ کیا جانیں لو اہائے مئے و بربط کے متانے
 کہ تلواروں کی جھنکاروں پر سر دھنستے ہیں یونانے
 تہی دستوں کی بستی میں سکونِ دل کے ساکن میں
 بسا دیتے ہیں اچڑی ہوئی رُحوں کے دیرانے

یہاں مہنی بھی آتی ہے جہاں بانی بھی آتی ہے
 ہمیں ان سنگِ پلڑوں پر گھل افشانی بھی آتی ہے
 ہر اسان مٹنے والے پست بہت اور ہی ہوں گے
 جواں بہت ہیں ہم کو خندہ پیشانی بھی آتی ہے

قیامت ہے کہ جو رباغباں سے کل جونا لاں تھے
 مگر اب وہ تو مانوس گلتاں موتے جاتے ہیں
 زمانہ جنگی حق گوئی و بیباکی کا شاہد ہے
 وہی مردانِ حق حق سے گزراں موتے جاتے ہیں

نہ ہمار ہی کو دوام ہو نہ خزاں کا دور ہو رسل
 کسی ور کے آگے میں سرگوشِ خزاں و فضاں بھی
 اسی مردِ حق کا یہ حق سمجھ کہ نہ پھر دیگا ہوا کا رخ
 وہ بیاں کرے سرِ زیم جو وہی کہہ سکے سردار بھی

ہر خزاں ہر بہار رحمت ہے
گل بھی رحمت ہے خار رحمت ہے
اللہ اللہ دیار بنوئی میں
ہر طرف بے شمار رحمت ہے

ہاں یہ سچ ہوا جگ کشن میں کہیں تسکین نہیں
ہر گل غنچہ ہو غمگین ہر سحر اندو گیں!
پھر بھی کر سکتا ہو شیخ و برہن کا اتحاد
سرزمین ہند کو دنیا کی فردوس بریں

کچھ خار مغیلاں ہیں کچھ ریگ بیاباں ہے
وادئِ محبت کا یہ رشک گلستاں ہے
یا گریہ شبنم ہو یا یہ گلِ خداں ہے
یہ عشق و محبت بھی کیا خوابِ کیشاں ہے

ہم نے سینچا ہے اپنے غلوں سے چمن
پتہ پتہ سے آتش کا راسخ ہے
نیت باغباں درست نہیں
ورنہ گلشن پہ حق ہمارا ہے

وادئِ دل نشیں نظر آئی!
کتنی دلکش ہیں نظر آئی!
عرش والے جسے ترستے ہیں!
فرش پر وہ زمیں نظر آئی!

سرخِ وفا

کسی کی یاد کو ہم درد کی دوا سمجھے
غمِ فراق کو جینے کا آسرا سمجھے

شکں حبیبِ شگفتہ کی کوئی کیا سمجھے
نصیب و راسے تقدیر کا لکھا سمجھے

خزاں بدیش بہاؤں پہ سمجھنے والے
نفسِ نصیب کی قسمت کا فیصلہ سمجھے

نفس کی آمد و شد جس پہ ہے مدارِ حیات
ہم اس کو آپ کے دامن کی راک ہوا سمجھے

جھلک رہے مراخوں جو لالہ و گل میں
چمن شناس اسے سرخی و فانا سمجھے

تری نگاہِ محبت کو ہم خدا کی قسم
خدا سمجھ نہ سکے پھر بھی ناحیہ سمجھے

مقامِ عشق کی یہ رفعتیں معافِ اللہ
جنہیں نہ زندان و اعظا نہ پارسا سمجھے

سرورِ عشق نے مدہوش کر دیا عارف
حیات و موت کے جھگڑے مری بلا سمجھے

رنگِ گلستان

بہا کر خونِ دل بدلا ہے رنگِ گلستاں ہم نے
 سکھائی عنبر لیسوں کو نئی طرزِ فنّاں ہم نے
 قفسِ صیاد بجلی کیا فضا تک دشمنِ جاں کھتی
 بہا آتے ہی پھر بھی رکھ دی طرحِ آشاں ہم نے
 بہت تاخیر سے اغیارِ رستے میں ملے آکر
 بڑھایا تھا اکیلے سوئے منزلِ کار واں ہم نے
 ہماری سادہ لوحی پرمانہ محوِ حیرت ہے
 بہا رنگستاں کر دی نصیبِ شمنّاں ہم نے
 زمانہ کیا وہ خود بھی گوشِ برآواز ہو جاتے
 کبھی چھتری نہیں اپنی زباں سے اتّاں ہم نے
 خدا کی شان وہ مسکین سمجھیں بے زباں ہم کو
 کہ جن پر رحم کھا کر مفت کشتی کھتی زباں ہم نے
 جہانِ رنگتے بوس کوئی تم کو جانتا بھی تھا
 خوشابو ش جنوں جس سے بنادی اتّاں ہم نے
 فقیرانِ حرمِ زندوں کے رتبہ کو تو پہچانیں
 وہیں پر نکلیا کعبہ حبیب رکھ دی جہاں ہم نے

وہی کرتے ہیں عارف آج بیرونِ چمن ہم کو
 چمن میں جن کی خاطر کیں چمن آرائیاں ہم نے

حشوتے سرائیا

مڑنگاں پہ کسی کے جو موتی سا فروزاں ہے
یہ نجم درخشاں ہے یا محل بدخشاں ہے

اپنوں نے کیا سب کچھ غیروں کی شکایت کیا
سلی ہوئی کلیاں ہیں اجڑا سا گلستان ہے

قسمت سے یہاں اکراک ایسا چمن دیکھتا
نادیدہ خزاں جس کی ہر فصل بہاراں ہے

کچھ حسرت و ارمیاں ہیں، کچھ اشکائے امت بھی
عشاق کی جھولی میں یہ ساز، یہ ساواں ہے

اس حج و زیارت کو رندوں نے یہی سمجھا
وہ عشقِ سراپا ہے، یہ حسنِ بداماں ہے

رہبرِ میئے الفت جو عارف ہے محبت کا
انگھار کی محفل میں وہ سر بگریباں ہے

(۹ مئی ۱۹۶۳ء سفارت خانہ ہند مکہ معظمہ)

عجم سود و زیاں

جو آسکتی نہیں شرح و بیاں میں
 کسک ہوتی ہے جب قلبِ تپاں میں
 میں کیوں در و حرم کی خاک چھانوں
 نہیں تھا بور گلچیں میں بھی وہ رنگ
 گریں گی بجلیاں صحنِ چمن میں
 مجھے پیاری ہے یوں اپنی کہانی
 ٹھہر جاتی تھی نبضِ چرخِ گردوں
 جنوں منزل پہ جا پہنچا مگر عقل
 مذاقِ عشقِ ناصح ؛ تو بہ تو بہ
 کہاں ہے تو بتا اے حسنِ فطرت

کشش وہ تھی کبھی میری ازاں میں
 مزا ملتا ہے سعیِ رایگاں میں
 کمی کیا ہے درِ پیرِ مغاں میں
 جو دیکھا آہ، لطفِ باغیاں میں
 ہیں دوستکے بھی جیتکے آشاں میں
 کہ نام ان کا بھی ہے اس دلتاں میں
 اثر وہ تھا کبھی اپنی فغاں میں
 ابھی ابھی ہے بحثِ این آں میں
 جو مڑتا ہے غنیمِ سود و زیاں میں
 جگھے ڈھونڈھا بہت دنوں جہاں میں

کہیں عارف تو کس سے رازِ الفت
 کہ ہے قحطِ خلوصِ دل بہاں میں

جہانِ دل

تصور سے جو اسکی شان کو بالائے سمجھتے ہیں
 جہانِ رنگ و بو کو وہم کا پردا سمجھتے ہیں
 جو کچھ شانِ فروغِ شعلہ سینا سمجھتے ہیں
 وہ ایسے جلوہٴ عریاں کو خود پردا سمجھتے ہیں
 کہاں لے جائے دیکھو ان کو ان کی گرم رفتاری
 نہ اپنی جو کوئی منزل کوئی جادہ سمجھتے ہیں
 وہ کیا جانے نزارِ دیر و کعبہ میں جو اچھے ہیں
 مقامِ یار تو کچھ اہل دل اچھا سمجھتے ہیں
 ہیں فرش و عرش کی باتیں، مگر یہ خال کے تلے
 بفیضانِ بصیرت رازِ او ادنیٰ سمجھتے ہیں
 محبت تو نے بہکو بھی یہ کیسا کیف بخشا ہے
 جنوں کہتے ہیں سب جس کو جسے سودا سمجھتے ہیں
 کبھی رندوں نے تھوڑی سی بھی پی پی شیم ساتی سو
 تو پھر قدموں تلے وہ گنبدِ سینا سمجھتے ہیں
 نگاہِ ہر سے جب لو لگی نادان پھولوں کی
 تو پھر شبنم کے قطرہ کو بھی وہ شعلہ سمجھتے ہیں
 جدِ صراپ کا رواں دنیا کا ہے گرم سفر عارف
 ہم اس منزل کو منزل کا حسین دھوکا سمجھتے ہیں

منزل لالہ

عشق ہی راہب سر ہوا، عقل تھی اشتباہ تھی
 لیسکے جنوں پہنچ گیا، حسن کی بارگاہ میں
 روح الامیں کا حوصلہ، ہو گیا پست راہ میں
 عشق ہی باریاب تھا، حسن کی جلوہ گاہ میں
 پردہ حسن کی نمود، سارا جہان ہست و بود
 کون و مکان کا کیا وجود، منزل لالہ میں
 کون و مکان سے ماورا پہونچی نگاہ حق رسا
 بشرک الجھ کے رہ گیا، پردہ مہر و ماہ میں
 ہو جو بنوں ہی رہنا، فکر و نظر کا کام کیا
 ہوش و خرد مٹا کے آ، عشق کی بارگاہ میں
 حد تعینات سے آگے ذرا قدم بڑھا
 دیو و حرم کا مرحلہ، چھوڑ طلب کی راہ میں
 عارف تشنہ ذلیل، بھول نہ گلشنِ خلیل
 آتش عقل بجھ گئی، عشق کی ایک آہ میں

آرزو کے پریش

آپ رو دے ناحق سن کے مسکرانا تھا
یہ کوئی حقیقت تھی، یہ تو اک فسانا تھا
ساقیا بہار میں تھیں وقت بھی سہانا تھا
جامِ شیم میگوں سے آج تو پلانا تھا
آپ ہی ذرا سوچیں اپنے مسکرانے کو
حسن کی نمائش تھی عشق کا بہانا تھا
اک عجیب عالم تھا عشق بھی نہ تھا جدم
حسن تھا زمانے میں حسن کا زمانہ تھا
قصہ غم الفت ہم عبث سناتے کیوں
اپنی اس کہانی میں آپ کا فسانا تھا
دل کو اب یہ دھڑکا ہے خیر ہو گلستاں کی
برق جس سے لوزاں تھی اپنا آشیانا تھا
وہ جو آگے عارف رنج مٹ گیا سارا
آرزو کے پریش تھی درد کا بہانا تھا

چشم ساقی

خرد کے سامنے ہر کام پر مشکل مقام آیا
جنوں ہی کچھ طریق عشق میں آیا تو کام آیا

شوق کی شکل میں خون شہیدان وقت شام آیا
قیامت آئی، یا وہ فتنہ گر بالائے بام آیا

وہ میخانہ بدوش اٹھیں گھٹائیں اودی اودی سی
مری تو بہ کی یارب خیر وہ گردش میں جام آیا

نگاہیں جانبِ کعبہ ہیں دل ہے سوئے تہخانہ
رہِ اُلفت میں رہو کے لئے نازک مقام آیا

نہ گرتے رند سجدے میں تو کیا کرتے، کہاں جاتے
خدا کے میکدہ جب بس کے خود مینا و جام آیا

گلے ملکر گلوں سے بے سب وئی نہیں بلبل
خزاں کا موسم گل، ہو نہولیں کر پیام آیا

مئے و مینا و خم سو بار صدقے چشم ساقی پر
میں عارف بے پئے ہی میکدے سے شاد کام آیا

طریق عشق

جنہیں ازل سے محبت کی روشنی نہ ملی
پہنچ کہ چاند پہ بھی ان کو چاندنی نہ ملی
وہ بد نصیب جو محروم سوزِ عشق رہا
خدا گواہ اسے حق سے آگہی نہ ملی
جوراءِ عشق و محبت میں حسان دے نہ سکے
فریبِ زلیست ملا ان کو زندگی نہ ملی
جنوں کو چھوڑ خود کی جور بہری میں چلے
بھٹکتے ہی رہے منزل کی راہ بھی نہ ملی
جو سرکٹانے سے کترائے راہِ الفت میں
آنہیں حسانِ محبت میں سروری نہ ملی
یہ فصلِ گل، یہ چین، یہ خزاں بدوش بہار
کوئی کھلی بھی چین کی مجھے کھلی نہ ملی
انھ کے رہ گئے دیو و حرم میں وہ جن کو
طریقِ عشق میں عارف کی رہبری نہ ملی

شمع گریاں

فطرتِ عشق ہے بیکانگی ارمالوں سے
 بے سبب ہو گئے بیزاریہ ارجالوں سے
 رات بھر رونی ہے کیوں گنجِ شہیدان کے قریب
 ڈھونڈھتا ہے تو قدمِ حدِ تعین سے بڑھا
 رات بھر وعدہ تو ہے عہد شکن یاد آئے
 دل برباد کی عظمت کو کوئی کیا جانے
 کعبہ والوں سے جو پوچھا تو ندایہ آئی
 لالہ و گل کے حجابات میں چھپتے ہیں پھسپس
 بے نیازانہ جنوں چل دیا صحرا کی طرف
 عشق ہے حاصل
 ایک افسانہ بنا کتنے ہی سنوا لوں سے
 ہلکو شکوہ ہی نہ اپنوں سے نہ بیگانوں سے
 شمع گریاں نے کہا کچھ تو ہے پرانوں سے
 ربط اگر کوئی نہ تھا شمع کو پر والوں سے
 ان کا رستہ ہی مساجد سے نہ بتی خانوں سے
 دل مہلتا رہا ٹوٹے ہوئے پیالوں سے
 راہِ حق ملتی ہے اکثر انھیں ویرانوں سے
 ملتی ہے انکی کھلی دل کے صنم خانوں سے
 ہم انھیں ڈھونڈ ہی لائیں گے بیابانوں سے
 عقل ابھی ہے دربار کے دربانوں سے
 امکانِ وجود لے عارف

نظر کی آزمائش ہے

جہان رنگت بومیں شہم ترک کی آزمائش ہے
 جگر کا امتحاں خون جگر کی آزمائش ہے
 وہ مشکیں کا کلیں وہ انہیں تاباں چاند سا چہرہ
 شب تاریک میں نورِ سحر کی آزمائش ہے
 حجابوں میں نہاں جلوہ ہر اک شے سے عیاں جلوہ
 جنونِ عشق کے ذوقِ نظر کی آزمائش ہے
 نگارستاں بنا ہے گوشہ گوشہ بزمِ عالم کا
 کہاں کا حسن اب حسنِ نظر کی آزمائش ہے
 وہ عجبی ہے جہاں انساں کو کچھ حال سکوں ہوگا
 یہ دنیا ہے یہاں کارِ بشر کی آزمائش ہے
 نہ شیشہ کی نہ ساغر کی نہ صہبا کی نہ ساقی کی
 ہمیں اُن مست آنکھوں کے اثر کی آزمائش ہے
 شہیدانِ چین نے خون سے سینچا ہے گلشن کو
 مگر اب باغبانوں کے ہنر کی آزمائش ہے
 قفس کی تیلیاں ٹوٹی تو میں زورِ مقدر سے
 اسیرانِ قفس اب بال و پر کی آزمائش ہے
 حد و حسن تک عارف تھی بحثِ زلف و آئینہ
 مقامِ عشق میں آئینہ گر کی آزمائش ہے

عارفِ بادیہ خوار

اجڑے چمن میں آنیگی روٹھی ہوئی بہار کیا
بادِ صبا ستائیگی مژدہ و وصلِ یار کیا
سو کھے ہوئے ہیں زخمِ دل سبزہ لالہ زار کیا
خوگرِ غم کیواسے کیسی خزاں بہار کیا
ڈالی نظر تو بھول تھے پھری نظر تو خار سب
ایسی نظر کیسا منے گردشِ روزگار کیا
تیرے منہ چلے کہیں نظمِ جہاں لٹ نہ دیں
جوشِ جنوں کے سامنے گردشِ زورگار کیا
اہلِ چمن اجاڑ کر اپنا چمن ہیں شادماں
ایسے چمن میں ہنسنے آئیگی پھر بہار کیا
صدیوں اجڑا جڑ کے پھر بستا رہا سراپن
میری نظر کے سامنے فتنہ روزگار کیا
کوئی جسے اجاڑ دے اپنا تو آشیاں نہیں
ورنہ نگاہِ باغباں تیرا تو اعتبار کیا
محفلِ حسن و میکرہ دونوں ہی سو گوار ہیں
دیکھو جہاں سے اٹھ گیا عارفِ بادہ خوار کیا

عشق مقصود حیات

دل بھی ہم سے تنگ ہے بزار و نالان دل سے ہم
خوگرِ آلام ہیں طوفان سے گھبراتے نہیں
حسن اک منزل ہے لیکن عشق کی منزل نہیں
حسن ہی ہے اصل یا ہے عشق مقصود حیات
کس قدر پر کیف وہ منزل تھی راہ عشق کی
تیرا لے محل نشیں سارا بھرم جاتا رہا
اللہ اللہ سادگی عشق بھی کیا چیز ہے
میکدہ بردوش جب گردوں پہ چھا جائے گھٹا
عشق کی منزل کہاں دھوکا ہے خضر راہ کو
عشق خود رہ رہی خود رہ رہی خود منزل بھی ہے
نزع میں بالیں پہ آئے وعدہ پورا کر دیا
میکدہ برباد مینا سرنگوں ساتی خموش
گر نظر آتی نہ آئیں انکے عارض کی جھلک

اک قیامت لیکے اٹھے ہیں تیری محفل سے ہم
دور ہی رکھتے ہیں شتی دامن ساحل سے ہم
پوچھتے ہیں راستہ بڑھ بڑھ کے ہر منزل سے ہم
حل کرینگے یہ جمہ آج اہل دل سے ہم
انکے کوچہ میں بھرا کرتے تھے جہاں سے ہم
پاتے تھے کس درجہ تسکین پر وہ محل سے ہم
آرزوئے لطف دیں رکھتے ہیں قاتل سے ہم
پوچھنے جائیں گے تو بہ مفتی کا دل سے ہم
دیکھتے ہیں روز منزل بڑھ کے ہر منزل سے ہم
کس لئے اچھے ہوئے ہیں نافہ و محل سے ہم
شکر برباد جا رہے ہیں سعی لا حاصل سے ہم
اور کیا سمجھیں گے اس آزاویہ کا دل سے ہم
کیوں گلے ملتے لپک کر خنجر قاتل سے ہم

نذر کر کے ان کے پائے ناز پر جانِ حزیں
کا مران جاتے ہیں عارف کو چہ قاتل سے ہم

دیر و کعبہ

سوئے کعبہ اور بت خانے کے بعد
اور کچھ واعظ کے سمجھانے کے بعد

فصل گل میں بھی چین ویران ہے
تیری نظریں مجھ سے پھر جانے کے بعد

تو یہ تو یہ مئے سے تو یہ رند کی
اور پھر کانی گھٹا چھا جانے کے بعد

ہو گئی پیدا سکو کی ایک شکل
آرزو کے خون ہو جانے کے بعد

کھوئی کھوئی کسی ہے دنیا آجکل
ایک اپنے دل کھو جانے کے بعد

منزل مقصود آئے گی نظر
دیر و کعبہ سے گذر جانے کے بعد

سامنے وہ آگے خود بے حجاب
زندگی کا پردہ اٹھ جانے کے بعد

آپ کی محفل بھی سونی ہو گئی
آپ کے عارف کے اٹھ جانے کے بعد

ضبطِ وقت

عز من نا آشنا دیوانگی فرزانہ کیا جانے
مگس صید ہوں سوز دل پروانہ کیا جانے
یہ مانا آپ کے دامن کا بھی چھو ہی ناگتانی
مگر ضبطِ تمنا جراتِ رندانہ کیا جانے
وہ ناداں رقصِ بسمل کو تماشا ہی سمجھتا ہے
مرا عالم شعورِ حسنِ معصومانہ کیا جانے
شبِ تاریک تنہائی، غمِ ہجرانِ معاذ اللہ
مراد کھو و رد وہ حسن و فابیکانہ کیا جانے
دلِ پامال کا ہر ایک ذرہ برقِ امین ہے
حرم کی جلوہ آرائی کوئے بتخانہ کیا جانے
طوافِ کعبہ مینام بغلِ ساعزِ نیکِ سرخوش
فقیہہ خشک یہ اندازِ بیباکانہ کیا جانے
نگاہوں کی ڈھلی پتیا ہوں عارفِ چشمِ ساتی سی
مری مئے کوئی کیا سمجھے مرا پیمانہ کیا جانے

دارورسن کی آبرو

بڑھ گئیں پابندیاں بیرونِ زنداں ورنہ بھی
 اک طرف چرچا کہ رت بدنی ہی آئی ہے بہار
 ذکرِ گیسو میں الجھ کر رہ گئے اربابِ فن
 کار فرما سازشیں اغیار کی ہوں گی مگر
 اب حکومت ہے جہاں میں مفلس مزدور کی
 موڑ کو منزل سمجھ کر سو گیا نادان کیوں
 ہو گئے اغیار مانا آج بیرونِ حسمن
 پیر ہو جاتا ہے بلیغاً جو اوتھ میں جواں
 لوسر بربادی گلشن تو بلبیل سے سنو
 فصلِ گل میں ہو قضا آتش بداماں اور بھی
 اک طرف بیزنگ ہے زنگ گلستاں اور بھی
 ہیں عزل کے خوشنما مضمون عنوان ورنہ بھی
 باغبان نے خود اجاڑا ہے گلستاں ورنہ بھی
 درحقیقت ہو یہی طبقہ پریشاں اور بھی
 کچھ نہاتا ہے تجھے خونِ شہیداں اور بھی
 ہیں چین میں دشمن فصلِ بہاراں اور بھی
 ہوش میں آئے نہ کیوں خونِ جواناں اور بھی
 ہیں چین میں یوں تو کتنے ہی عزتخواں اور بھی

دم سے تھی منصور کے دارورسن کی آبرو
 یوں تو ہیں عار و شہید کوئے جاناں ورنہ بھی

توبہ شکن نظارہ ہے

حسن ہے موج عشق دہارا ہے
 حسن کی جان ہیں جو نقشِ حسین
 توبہ توبہ گھٹا اٹھے نہ پیو ن
 واعطا ترک مئے معاذ اللہ
 اشک موتی ہے تاسیرِ مرثاں
 جو رِ صیادہ خوفِ برق و شرر
 باغبانِ چمن کی نا اہلی
 ہم ہیں غدارِ تم و تاپیکر
 بارہا پر سکوں فضاؤں میں
 موج تک جا کے روک دی کشتی
 ایک کشتی ہے اک کنارا ہے
 عشق ہی نے انھیں ابھارا ہے
 یہ تو فطرت کا خود اشار ہے
 زندگی کا یہی سہارا ہے
 جب گرا آسمان کا تارا ہے
 سب چین کے لئے گوارا ہے
 پتہ پتہ سے آتشکارا ہے
 اپنے محسن کو کس نے مارا ہے
 تجھ کو جانِ جہاں پکارا ہے
 میں یہ سمجھا ہی کتنا را ہے

فصلِ گل اور یہ گھٹا عسارت
 کیسا توبہ شکن نظارہ ہے



آن کی محفل میں

کوئی محرم نہیں کس کو سنائیں داستاں اپنی
 نہاں تھا نہ توں سے رازِ الفت دِلکے پرکھیں
 بہارِ آئی تو ہے جانِ بہاراں دودِ بیٹھے ہیں
 پیہے اب تو راسا بھی لہو باقی نہیں مل میں
 یہ مرغِ دل بہر صورت تمھارا ہی نشانہ ہے
 مہتاری بزمِ تکا لے تو ہیں روِ داغِ غم کہنے
 سنا ہے سنس رہے ہیں پھول کلیاں مسکراتی ہیں
 جس پر اب بھی شاید زہد کے آثار باقی ہیں
 شہادت کے مبارک لو لے تیرا سہارا ہے
 کبھی غمگین امتسا نہ جو چھڑا ان کی محفل میں
 تو فرمایا چلو چھوڑو بھی عارفِ داستاں اپنی
 نہ دل اپنا نہ وہ اپنے نہ قابو میں زباں اپنی
 کہیں کیا دے گئی دھوکا جو چشمِ خونچکاں اپنی
 جہاں وہ ہیں وہیں لے جا بہاں باغبانِ اپنی
 بہت ہم رو چکے اب روک ظالم پی کہاں اپنی
 غلط اندازِ نظر میں کیا کرو سیدھی کہاں اپنی
 ہمیں ڈر ہے یہ کوشش بھی نہ جائے رائیگاں اپنی
 بدل ڈالیں سیرِ ان قفسِ طرزِ فغاں اپنی
 بچاتا ہے نگاہیں کس لئے پر مغساں اپنی
 خدا معلوم کیا حالت ہو وقتِ امتحاں اپنی

J & K UNIVERSITY LIB

Acc. No. 66960

Date 27.11.68

۴۷
منون دعائیں

برائے ادائے قرض ایک بار ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا امیر المومنین میں زیادہ قرضدار ہوں آپ نے ایک تھیلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ روپیہ لے جاؤ یا پھر میں تم کو وہ وظیفہ بتا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس کی برکت سے اگر تمہارا قرض پہاڑ کے برابر بھی ہے تو ادا ہو جائیگا اسنے وظیفہ کی درخواست کی آپ نے حسب ذیل وظیفہ ارشاد فرمایا:- **اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ** ۵

برائے آسیب وغیرہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بچوں کو آسیب وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لئے حسب ذیل دعا تعلیم فرمائی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہی دعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات حسنین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لئے تعلیم فرمائی ہے چھوٹے بچوں پر تین تین بار صبح و شام دم کر دینا چاہیے۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۵
احسن الاوراد:- ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بکثرت وظیفہ پڑھا کرتی تھیں کثرت وظیفہ کا یہ حال تھا کہ انکے چھوٹے سے حجرے میں بیج اسقدر جمع رہا کرتے تھے کہ بیٹھنے کی جگہ نہ رہتی تھی یہ ان بچوں پر مختلف وظائف پڑھا کرتی تھیں ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اسقدر محنت کرتی ہو مجھے اللہ نے چند کلمے ایسے یاد کرائے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام وظیفے زمین و آسمان عرش و کرسی اور ساری مخلوق ایک پڑے میں رکھی جائے اور دوسرے پڑے میں وہ کلمات رکھے جائیں تو دوسرا پڑا بھاری رہیگا۔ وظیفہ یہ ہے **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ لِقَائِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَنَدَا عَرْشِهِ وَمِدَادُ كَلِمَتِهِ** ۵

عَمَلُ دَافِعِ مُصِيبَتٍ

اسلامی مہنت عیسٰیؑ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں تجھ کو ایسے چند کلمے کیوں نہ بتلا دوں جن کو تو مصیبت اور بے چینی کے اوقات میں پڑھ لیا کرے وہ کلمے یہ ہیں:-

اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا (ابوداؤد)

دشمن سے محفوظ رہنے کا عمل:- عبد اللہؑ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا معمول تھا کہ جب آپ کو کسی قوم یا جماعت سے فتنہ و فساد شر کا خوف ہوتا تھا تو آپ یہ دعا مانگا کرتے تھے اللَّهُمَّ إِنَّا نَخْذَعُكَ فِي نَحْوِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ شَرَّهُمْ (ابوداؤد)

افضل دن جمعہ کا ہے:- اوس بن اوسؑ نے بیان کیا کہ نبی الاولین و آخرین صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب دنوں میں افضل دن جمعہ کا ہے اس روز مجھ پر درود کی زیادتی کیا کرو یعنی کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر پیش ہوتے رہیں گے لوگوں نے

کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے درود آپ پر پیش ہوتے رہیں جبکہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ہڈیاں خاک میں مل جائیں گی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء

کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی زمین ان کے جسموں کو نہیں کلا سکے گی (ابوداؤد)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَوةً دَائِمَةً بَدَنًا وَمَلَكَةً

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا سے منع فرمایا:-

حضرت جابر بن عبد اللہؑ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے

اوپر بدعا نہ کیا کرو اور نہ اپنی اولاد پر نہ اپنے خادموں پر اور نہ اپنے مالوں پر کہیں ایسا نہ

نہ ہو کہ تمہارا بدعا کرنا ایسی گھڑی واقع ہو جائے جس میں دعا قبول ہوتی ہو (ابوداؤد)

